عید کا پس منظر

علامہ مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامونپوری

عیدالفطر

علامہ صفوی نے نزھۃ المجالس (ج ۱ ص ۱۷۱) میں عید کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: لان فیه عوائد الاحسان وفوائد الامتنان من الله الی عبدہ۔ قیل لانه یعود کل سنة بفرح جدید۔ یعنی لفظ عید سے مراد یہ ہوتی ہے کہ (۱) اس میں خدا کی طرف سے بندہ پر طرح طرح کے احسانات ہوتے ہیں (۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دن ہر سال نئی خوشی کے ساتھ پلٹتا ہے۔

یہ تو عید کی لفظی توجیہ ہے۔ لیکن اسلام میں عید کا مفہوم ہے اس کی تشریح کے لئے رسولؐ خدا کا یہ ارشاد کافی ہے: عید اس کی نہیں ہے جو صرف لباس کو پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو خدا سے ڈرا ہو'' (حقوق و فرائض کی حفاظت کی ہو)۔

اسلامی عید اور اسلامی مسرت اس کے مزاج اس کے بنیادی اصول اور اساسی تعلیمات کا ایک مظہر ہے۔ اسلام اپنے تابعین کو عبادت گاہوں کے چند رسوم ادا کرنے کے بعد مطلق العنان نہیں چھوڑ دیتا وہ چند فقروں کے زبان پر جاری کرنے کے بعد مطمئن اور غیر ذمہ دار نہیں بنا دیتا۔ اس کے پاس انفرادی و اجتماعی زندگی، معاشیات و سیاسیات میں انسانیت کے لئے ہمہ گیر قانون ہے۔ وہ جس طرح روزہ و نماز و حج و زکوٰۃ کے لئے اصول و آداب رکھتا ہے۔ وہ جس طرح نکاح، تجارت اور خوشی و غم وغیرہ کے لئے بھی ضابطے رکھتا ہے۔ عیدالفطر کا مقصد کوئی بے نتیجہ خوشی نہیں جس کی تکمیل گونا گوں غذا اور لباس اور تفریحی چہل پہل سے ہو جاتی ہے بلکہ عیدالفطر کا مقصد اجتماعی شعور کو بیدار کرنا ہے۔ عالمگیر مسلک کا اعلان ہے۔ اسلامی عید طبقاتی یا ملکی یا قومی عید نہیں ہے۔ یہ آفاقی و انسانی ہے۔ جس انسان نے زمین کے جس خطے پر اسلام کے فلسفہ کو قبول کر لیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہے، وہ اس مسرت میں شرکت کا پورا حق رکھتا ہے۔ دنیا میں ہر قوم کی عیدیں ہوتی ہیں۔ عید فصیح، عید تولید، عید صعود، ہولی، دیوالی لیکن اسلامی عید ان سے جداگانہ مقصد رکھتی ہے۔ کلام الٰہی کی اس آیت میں "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ مسرت عید کی توضیح ہے۔ آیت میں کہا گیا ہے "تاکہ تم اللہ کی ہدایت پر اس کی بڑائی کا اظہار کرو، اور اس کے شکر گزار بنو۔

آیت مبارکہ کے سرسری مطالعہ سے بھی پہلی بار ذہن کے سامنے یہ بات آئے گی۔ وہ ہدایت کون سی ہے؟ اور یہ کہ اس ہدایت کو کسی خاص اہمیت کا حامل ہونا چاہئے۔ جس پر اظہار بزرگی اور ادائے شکر کا حکم ہو رہا ہے۔

عادت الٰہی یہ رہی ہے کہ وہ اپنے احکام کی اشاعت کے لئے کسی قوم کو منتخب کر لیا کرتی تھی۔ اس کے ذریعہ سے دوسری قوموں کی رہنمائی کرتی تھی۔ عرصہ تک اس منصب پر بنی اسرائیل سرفراز رہے۔ ان کا قبلہ بیت المقدس قبلہ اقوام تھا۔ ان میں جلیل القدر پیغمبر ہوئے۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰؑ کی عظمت کا کون قائل نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "اے بنی اسرائیل ان دنوں کو یاد کرو جب ہم نے تمہیں ساری دنیا پر فضیلت دی تھی۔"

لیکن بنی اسرائیل نے اس اعزاز کو ٹھکرا دیا۔ اور ان انعامات کی ناقدری کی۔ وہ خود بے عمل و بدعقیدہ ہو گئے۔ وہ قومی برتری کے غرور میں مبتلا ہو گئے۔ وہ دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگے۔

قدرت نے اس تمرد کی وجہ سے یہ منصب ان سے واپس لیا۔ اور اس کا ابن اسمٰعیل کو امین بنایا۔ ہدایت کبریٰ کا نیر اعظم عرب سے چمکا۔ اور سارے عالم میں اس کی ہدایت نے عام روشنی پھیلا دی۔

عید فطر الٰہی نوازش پر مسرت کا دن ہے۔ روحانی و جسمانی صحت کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں حاضری کا دن ہے۔ مسلمان کارواں در کارواں صدائے تکبیر کے ساتھ صحرا میں جمع ہوتے ہیں اور خدا کے حضور میں ہدیۂ بندگی بصورت نماز پیش کرتے ہیں۔ یہ کوئی طبقاتی عید نہیں ہے کہ کچھ لوگ خوشی منا رہے ہیں اور کچھ افسردہ گھروں میں بیٹھے ہوں۔ بلکہ لازم ہے کہ صدقہ و خیرات وفطرہ سے آج ہر مفلس کی دستگیری کی جائے۔ آج جس طرح بشاشت و ابتہاج ایک دولت مند کے چہرے پر ہے اسی طرح اس غریب کے چہرے پر بھی ہے جس کے پاس اپنے اور اپنے عیال کی فاقہ شکنی کے لئے معمولی غذا بھی نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا: ''کم سے کم ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟'' فرمایا: ''جس چیز کی اسے خود زیادہ ضرورت ہو اسے بھی اپنے دوست سے عزیز رکھے۔'' (خصال، قمی ۸) ایسے ماحول میں جو عید منائی جائے گی وہ کسی طرح کسی خاص طبقے کی عید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ ایک ایسی مشترکہ عید ہوگی جس میں ہر صاحب کردار کو مسرت و ابتہاج کا موقع حاصل ہے۔ عید کے موقع پر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتا ہے۔ ایک امام کی قیادت میں نہایت ضبط و نظم کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے جس سے ''افضل کی اطاعت'' کا درس ملتا ہے۔ امام خطبہ میں سوسائٹی کے سامنے اس وقت کے اہم مسائل رکھتا ہے، اور تقوائے الٰہی کی وصیت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ عید اس کی ہے جو صالح الاعمال ہے آج نماز بجائے گھر میں پڑھنے کے یا مسجد میں پڑھنے کے صحرا میں ادا کی جائے گی، یا کسی کھلے ہوئے مقام میں پڑھی جائے گی۔

''غازۂ چہرۂ زیبائے مراد
جلوۂ عارض امید ہے عید''

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: '(یعنی) نماز عید کسی مسقف مسجد میں نہ پڑھنی چاہئے، گھر میں نہ پڑھنا چاہئے۔ بلکہ نماز عید صحرا میں پڑھی جائے یا کسی کھلے ہوئے مقام میں پڑھی جائے۔''

(من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص ۱۶۴)

عید کی معصوم تمنا

نماز عید کے قنوت میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں بارگاہ الٰہی میں ایک معصوم تمنا کا اظہار ہوتا ہے: ''پروردگار! میں تجھ سے وہ مرادیں مانگتا ہوں جن کی خواہش تجھ سے تیرے رسولؐ کرتے تھے۔ اور ان چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں جن سے تیرے مخلص بندے پناہ مانگا کرتے تھے۔'' (من لایحضرہ الفقیہ، ج۱ ص ۱۷) اس دعا میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم کو ہر وقت اپنے سامنے 'معیاری زندگی' رکھنا چاہئے۔ اس زندگی کے متعلق کہا جا سکتا ہے ''جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی''

فطرہ عید معاشی تعاون کی بہترین تجویز ہے

ہمیشہ دنیا پر طاقتوروں نے حکومت کی ہے۔ اور عوام کی حالت خراب رہی۔ اسلام نے نظام حکومت ایسا پیش کیا اور علم الاخلاق کی بنیاد ایسے حقائق پر رکھی کہ ''راعی'' اور رعایا میں جذبۂ ہمدردی و مساوات کا پیدا ہو جانا ضروری ہو جائے۔ حکومت اور صاحب اقتدار طبقہ کی عوام کی خوشحالی و دستگیری کے لئے کچھ جبری اور کچھ اختیاری قوانین کو گرفت میں لیا۔ جس کے بعد عوام و جمہور سے حکومت اور اہل تمول کا بے پروا ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسلام کی حکومت الٰہیہ کی بنیاد عدل پر ہے۔ معاشیات کے بارے میں بھی وہ عادلانہ تقسیم کی جاتی ہے۔

''وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۔ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ۔ (نساء) جب تم حکومت کرو تو تمہاری حکومت انصاف اور عدل پر مبنی ہو۔ خدا تم کو اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔ اسلام نے سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی میں فرق رکھا ہے۔ وہ دولت حاصل کرنا اور اسے محفوظ کرنا برا نہیں سمجھتا لیکن دولت کی تحصیل اور اس کے صرف کو اپنے نقطۂ نظر کا پابند بناتا ہے جس کے بعد سرمایہ داری میں وہ برائیاں نہیں پیدا

ہوسکتی جو مزدوروں اور سرمایہ داروں کے درمیان جنگ کا اور امیروں اور غریبوں کے درمیان رشک وحسد کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ وہ جائز طور پر دولت حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن مختلف طریقوں سے سرمایہ داروں پر لازم قرار دیتا ہے کہ وہ غریبوں اور محتاجوں کی خدمت واعانت اپنا فرض سمجھیں۔قریب ترین عزیزوں سے ہمسایہ اور پورے ملک بلکہ کل دنیا کے انسانوں کی حسب حیثیت مدد پر متوجہ رکھا۔حکومتیں عموماً چند اہل اقتدار کے ہاتھ کا کھلونا بن جاتی ہیں اور عوام بے توجہی اور معاشی زبوں حالی کا شکار رہتے ہیں۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ نے اپنے اس نظام حکومت میں جسے حضرت مالک اشتر کے لئے ترتیب دیا تھا تحریر فرماتے ہیں:

"ظلم سے زیادہ کوئی شیئ زوال نعمت اور نزول عذاب کی باعث نہیں۔خدا مظلومین کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کی تاک میں ہے۔تمہیں وہ کام زیادہ محبوب ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ عدل و حق پر مبنی ہو۔اور جس سے زیادہ سے زیادہ رعایا کی مرضی حاصل ہو۔عوام کی ناراضگی کے مقابلہ میں خواص کی خوشنودی کام نہیں آتی۔ اور خواص کی ناراضگی عوام کی رضا کے مقابلہ میں بے اثر ہے۔خواص سے زیادہ زمانۂ وسعت میں والی پر کوئی گراں نہیں۔یہ مشکلوں میں حاکم کے سب سے کم مددگار ہوتے ہیں۔انصاف کو یہ نہ پسند کریں۔طلب میں یہ اصرار شدید سے کام لیں۔ناشکرگزار یہ ہاتھ روکتے وقت عذر یہ نہ قبول کریں۔بے صبر یہ جمہور دین کا ستون ہیں۔اور دشمن سے مقابلہ کا سامان ہیں۔ان کی طرف زیادہ متوجہ رہو۔"

(تحفۃ الملوک جعفر بن ابی اسحاق موسوی، مطبوعہ ایران ۱۲۳۲ھ)

یہ تو حکومت کی خبر گیری کی دعوت ہے۔اور انفرادی طور پر ایک مستطیع کو دوسرے کی مدد اور اپنی خوشحالی میں شریک کرنے کی تلقین ہے۔قرآن میں ہے: عزیزوں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو، اور اسراف نہ کرو۔" (بنی اسرائیل)

قرآن مجید میں سیکڑوں جگہ فقیر نوازی اور غربا پروری کے لئے ولولہ انگیز آیتیں ہیں۔اگر اسلامی ماحول اور اسلامی آئین کے تحت کوئی شخصیت تعمیر ہوگی تو اس کے زاویۂ ذہن میں ناداروں اور بے پناہوں کی ممتاز جگہ ہوگی۔ذیل کی آیتیں جس قدر دل کو نرم کرتی ہیں اور بخشش وتعاون پر آمادہ کرتی ہیں کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔

"قرآن پڑھنے والے، نماز قائم کرنے والے، مخفی و علانیہ خیرات کرنے والے ایک ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہے۔" (فاطر)

"ایماندارو! حلال رزق سے خیرات کرو۔"

"جو لوگ راہ خدا میں خیرات کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی ہے جس میں سات بالیاں آگئیں اور ہر بالی میں سو سودانے ہوں۔ جسے چاہتا ہے اس کے اجر میں اضافہ بھی کر دیتا ہے۔"

"نہ بخل سے کام لو نہ اصراف سے تاکہ تمہیں ملامت زدہ پر حسرت ہو کر نہ بیٹھنا پڑے۔" (بنی اسرائیل)

"والدین، عزیز، یتیم، مسکین، عزیز و ہمسایہ، اجنبی ہمسایہ، مصاحب اور مسافر و غلام کے ساتھ احسان کرو۔" (نساء:۳۶/۵)

ان آیات میں ہر قابل امداد طبقہ کے ساتھ کامل تعلق خاطر اور مواسات کی تلقین کی گئی ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "جوانمردی کے ارکان چار ہیں: قدرت کے باوجود معافی، غصہ کی حالت میں حلم، دشمنی کے باوجود اخلاص اور ضرورت کے باوجود دوسرے کی حاجت روائی۔" (مطالب رشیدی مولانا تراب علی، ص ۱۶۰)

انہیں معاشی تدبیر میں فطرہ عید بھی ایک نہایت اہم تجویز ہے۔فطرہ ہر بالغ، عاقل، خودمختار و غنی مسلمان پر واجب ہے۔فقہی اصطلاح میں غنی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اور اپنے واجب النفقہ اور غیر واجب النفقہ عیال کے سال بھر کے مصارف رکھتا ہو۔خواہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ جو سال کے ضروریات کے لئے کافی ہو۔ یا کوئی ایسا کام اس کے پاس ہو کہ اس سے بتدریج ان کے مصارف کے لئے روپیہ حاصل کرتا رہے اور اس سے ضرورتیں پوری ہو جائیں ۔ ہر شخص کو اپنے اور اپنے واجب النفقہ اور غیر

واجب النفقہ بالغ عیال و متعلقین کی طرف سے فطرہ دینا لازم ہے۔ جو مہمان ہلال شوال کے موقع پر آجائے اس کا فطرہ بھی میزبان پر واجب ہے۔ فطرہ میں گیہوں جو، خرما، منقیٰ، کشمش، دودھ، مسور، چنا دے سکتے ہیں۔ فطرہ کی مقدار ایک صاع ہے جو ۶۱۴ء۱ / ۴ مثقال صیرفی کے برابر ہے۔ جو جنس بھی دی جائے وہ ایک صاع دی جائے اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔

ادھر رمضان کی آخری تاریخ کا سورج ڈوبا اور فطرہ واجب ہوگیا۔ شب ہی کو فطرہ نکال دینا چاہئے۔ یہ جائز نہیں ہے اتنی تاخیر کی جائے کہ نماز عید ہوجائے۔ اگر کوئی شخص نماز کے وقت تک فطرہ نہ نکال سکے تو اسی روز قربت کی نیت سے فطرہ ادا کرنا چاہئے۔ اگر کسی نے فطرہ نکال دیا ہے اور کسی معین شخص کو دینے کے انتظار میں اسے رکھ لیا ہے تو اسے تاخیر نہ کہیں گے۔ فطرہ فقراء کا حق ہے۔ اقارب کو غیروں پر ترجیح ہے۔ اور ہمسایہ کو غیروں پر ترجیح ہے۔ ہمسایہ کے بعد اہل علم کو ترجیح ہے۔

دنیا کی کسی قوم کے پاس ایسی کوئی تجویز نہیں کہ سال کے کسی دن میں سارے عالم میں یوم معاشیات منایا جائے اور مطمئن فارغ البال اس دن غرباء کی حالت پر ہمہ تن متوجہ نظر آئیں۔ عید فطر ایک ایسا دن ہے کہ اگر اسے باضابطہ منایا جائے تو سارے ملک کی معاشی حالت کا اندازہ ہوجائے۔ اور غربا کی حالت بڑی حد تک سدھر جائے۔ افسوس ہے کہ عید کا مقصد اور اس کا اصلاحی و اجتماعی مقصد اس وقت زیر حجاب ہے۔ عموماً عید ایک رسم کی طرح منائی جاتی ہے اور اس تقریب کو بمشکل دوسری قوموں کی عیدوں سے ممتاز کیا جاسکتا ہے۔ کہیں کہیں بد نصیب اور لہوو لعب اور فسق و فجور میں یہ دن گذار دیتے ہیں۔ اور ان میں پاکیزہ زندگی اور تعاون باہمی کا کوئی شعور نہیں پیدا ہوتا۔ بہت سی برائیاں ایسی ہیں کہ انہیں اب تہذیب و تمدن کی علامت سمجھا جانے لگا ہے اور اس کا عیب بالکل نظر میں نہیں رہا۔ بعض مسلم نما مشروع طریقے اظہار مسرت کے اختیار کرتے ہیں۔ مختلف تاش اور شطرنج تک کو تمدنی ہنر سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مولانا تراب علی شاہ قلندر کتاب مطالب رشیدی (مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ، ۵۲) میں لکھتے ہیں:

" مرویست از علی رضی اللہ عنہ کہ میفرمود کہ شطرنج قمار مردم عجم است۔"

ائمہ طاہرینؑ کے خطبوں سے اور ان کے طریق عمل سے عید کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور وہ مصالح معلوم ہوتے ہیں۔ جن پر عید کی خوشی مشتمل ہے۔ اگرچہ وفات رسولؐ کے بعد ائمہ طاہرؑین کو کبھی ایسی آزادی نصیب نہ ہوئی کہ وہ حسب خاطر ماحول تیار کرتے اور سماجی اصلاحات (ترقی) کے لئے جو اقدامات کر سکتے تھے انہیں کرتے، بلکہ ان کی خاموش زندگی بھی اس عہد کی حکومتوں کو گوارا نہ تھی۔ کچھ تھوڑا سا زمانہ حضرت امیر المومنینؑ کو ملا تھا۔ جو اگرچہ فتنوں اور مزاحمتوں سے خالی نہ تھا۔ لیکن انہیں ایام میں حضرت نے حکومت الٰہیہ کی کچھ شان دکھادی۔ خوشی و غم کے مظاہروں کو صحیح نقطہ پر لگا دیا، حقیقی عید کی تصویر کھینچ دی۔ کچھ موقع امام رضا علیہ السلام کو ملا جس میں عرصہ کے بعد ایک بار پھر حکومت الٰہیہ کا منظر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

۱۹۹ھ میں امین کے قتل کے بعد مامون نے عباسی حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ امین کے قتل کے بعد بنی عباس کا ایک گروہ مامون کا دشمن ہوگیا۔ علویین و فاطمیین بھی عباسی استبداد و سخت گیری سے عاجز آکر جان پر کھیل کر خروج کرتے تھے۔ حجاز، یمن و عراق میں کہیں کہیں وقتی طور پر ان کو کامیابیاں ہورہی تھیں۔ مامون نے حالات پر قابو پانے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ علویوں اور فاطمیوں کے سامنے ایک ایسی دیوار کھڑی کر دے کہ انہیں کسی اقدام کی گنجائش نہ رہے۔ اور ایرانیوں کے دل بھی اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور اس طرح اپنے باقی مخالفین کا سر کچل دے۔ اور اس کے بعد پھر علوی اور فاطمی حریفوں کا قصہ ختم کر دے۔

امام رضا علیہ السلام سیاسیات سے کنارہ کش رہ کر اخلاقی و معاشرتی اور علمی خدمت میں مشغول تھے۔ انہیں ایرانیوں میں بھی ہر دلعزیزی حاصل تھی، اور نسل رسالتؐ میں بھی وہ کوئی نظیر نہ رکھتے تھے۔ مامون نے حضرت امام رضا کی زنجیر در کھڑکھڑائی

اور حکومت کی پیش کش کی ۔مگر امامؑ نے انکار کر دیا ۔آخر میں حضرت ولی عہدی پر مجبور ہو گئے۔

خواجہ محمد پارسا نے ''فصل الخطاب'' میں لکھا ہے:

مامون نے شدید اصرار کیا۔اس وقت حضرتؑ نے رنج و اشکباری کے ساتھ ولی عہدی قبول فرمائی۔

۲۰۱ھ میں امام ولی عہد سلطنت قرار پائے ۔کچھ دنوں کے بعد عید فطر آئی۔مامون نے عوام پر اپنی اہلبیتؑ نوازی ظاہر کرنے کے لئے یہ موقع غنیمت جانا ۔اور امام رضا علیہ السلام سے اصرار کیا کہ آپ نماز عید پڑھائیں ۔عموماً ایسے مواقع پر شاہی اقتدار میں نماز ادا کی جاتی تھی۔لیکن آج مرو میں یہ اعلان ہو رہا ہے کہ امام رضا نماز عید پڑھائیں گے۔

عرصہ سے مسلمان عید منانے کا انداز بھول چکے تھے ۔عوام کے حافظوں میں اس موقع پر شاہانہ تزک و احتشام کے سوا کچھ نہ تھا۔عرصہ سے یہ ہوتا تھا کہ یہ دن دولتمندوں،امیروں کے لئے عید کا دن تھا ۔ان کے لباس ان کی غذا اور ان کے عیش وطرب سے متمول سرمایہ داری کا مظاہرہ ہوتا تھا۔غریب اس دن افسردگی و پژمردگی سے سر جھکائے دلوں کو آرزوؤں کا مقبرہ بنائے اپنی زبوں حالی پر آنسو بہاتے تھے۔

ظاہر ہے کہ شہر میں جب یہ خبر پھیلی ہوگی کہ امام رضاؑ بحیثیت ولی عہد کے نماز پڑھائیں گے ،خواص وعوام کا عظیم الشان اجتماع ہوا ہوگا۔ ہر نقطۂ خیال کے عناصر اس موقع پر موجود ہوں گے ۔خراسان کے انقلابی ، ایران کے قوم پرست ، غیر ملکی سب ہی منتظر ہوں گے کہ ''فرزند رسولؐ کا جلوس دیکھیں اور ان کی نماز عید اور ان کے خطبے کی شان دیکھیں ۔ان کا عید کا پیام سنیں ۔

اس موضوع پر ہم مفصل بحث تو کسی دوسرے موقع پر کریں گے ۔ اس وقت علامہ محمد بن طلحہ شافعی ۶۵۴ھ کی مختصر عبارت (کے ترجمے) پر قناعت کرتے ہیں ۔علامہ محمد بن طلحہ لکھتے ہیں:

''جسے کانوں نے سنا اور مختلف شہروں میں جو یہ خبر پھیلی وہ یہ ہے کہ عید کے دن مامون کی طبیعت خراب ہو گئی جس سے وہ نماز عید پڑھانے نہ جا سکا اور اس نے امام رضاؑ سے کہا: آپ نماز عید پڑھائیں ۔حضرت گئے اس وقت آپ ایک روئی کی اونچی سفید قمیص اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھے ۔ہاتھ میں ایک چھڑی تھی پیدل عیدگاہ تک چلے ۔یہ فرماتے جاتے تھے۔

سلام ہو میرے باپ آدم ونوح پر۔سلام ہو میرے باپ ابراہیم واسمٰعیل پر۔سلام ہو میرے باپ محمدؐ وعلیؑ پر۔سلام ہو خدا کے صالح بندوں پر ۔جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو ہر طرف سے دوڑ پڑے اور آپؑ کے ہاتھ چومنے لگے ۔کسی درباری نے بادشاہ کو خبر دی کہ اگر آپ خود نماز نہیں پڑھاتے تو خلافت آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی ۔مامون فوراً آ گیا۔اور ابھی مجمع کی کثرت کی وجہ سے امام رضاؑ عیدگاہ تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ مامون آگے بڑھا اور خود نماز پڑھائی۔''

(مطالب السئول فی مناقب آل رسولؐ،۸۶ مطبوعہ ایران ۱۲۸۷ھ)

خراسان کے انقلاب پسند جو عام مساوات کے بھوکے تھے اور حکومت کا مفاد ایک خاندان یا چند ارکان حکومت کے حق میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے ۔جو عوام کی غربت ، جو رعایا کی ناداری اور حاکم خاندان اور عناصر حکومت کی مرفہ الحالی ،خوش عیشی تنعم کو دیکھ کر جمہور کی حالت زار پر کڑھتے تھے،آج امام رضاؑ کا عوام سے اتصال حضرتؑ کی سادگی ،معمولی لباس اور جلوس کی حاکمانہ کروفر سے پاکیزگی دیکھ کر متحیر ہو گئے ہوں گے۔ایرانی جو عرب کی نگاہ میں حقیر وذلیل تھے،آج عام مساوات کی فضا دیکھ کر اور عربی وعجمی کی تمیز مٹتے ہوئے دیکھ کر ششدر ہوں گے۔ایسا منکسر مزاج،سادہ وضع ، پر ہیبت ، یوسف جمالی ،عوام دوست ، روحانی مقتدر اور حاکم اعلیٰ حضرت علیؑ کے بعد آج تک نہیں دیکھا گیا تھا۔اور آج کے بعد لامعلوم مدت تک دنیا کو یہ منظر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔مبارک ہیں وہ آنکھیں جن کو یہ ادھورا منظر دیکھنے کو ملا اور مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اس سلسلہ کے آخری رہنما وحاکم اعلیٰ کی نماز کا منظر دیکھیں گی ۔

اللّٰھم عجّل فرجہ وسھل مخرجہ۔ ❁❁❁

ماخوذ از سہ ماہی الواعظ لکھنؤ رجب ،شعبان ،رمضان ۱۴۳۲ھ/جولائی ،اگست ،ستمبر ۲۰۱۱ء